ماہ ربیع الاول

اور

عید میلاد کی حقیقت!

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’عید میلاد‘‘ کی تاریخ

❁ عید میلاد‘‘ کے موجد فاطمی خلفاء ھیں :

عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم، نیز تابعین عظام اور ان کے بعد کے ادوار میں ’’عید میلاد‘‘ کا کوئی تصور نہیں تھا، بلکہ یہ بدعت بہت بعد میں ایجاد ہوئی یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار میلاد منانے والے بھی نہیں کر سکتے۔لہٰذا جب یہ بات مسلم ہے کہ اس عمل کی ایجاد بعد میں ہوئی تو ہمیں یہ ضرور پتہ لگانا چاہئے کہ اس کی ایجاد کب ہوئی ؟ اور اسے ایجاد کرنے والے کون لوگ تھے؟ اس سلسلے میں جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس بدعت کی ایجاد فاطمی دور (362ھ، 567ھ) میں ہوئی، اور اسے ایجاد کرنے والے بھی فاطمی خلفاء ہی تھے۔أحمد بن علی بن عبد القادر، أبوالعباس الحسینی العبیدی، تقی الدین المقریزی (المتوفی ۸۴۵) لکھتے ہیں:

’’وکان للخلفاء الفاطميين فى طول السنة أعياد ومواسم وهى موسم رأس السنة،موسم أول العام،ويوم عاشورآء،ومولدالنبى ﷺ ....‘‘

یعنی فاطمی خلفاء کے یہاں سال بھر میں کئی طرح کے جشن اور محفلوں کا انعقاد ہوتا تھا اور وہ یہ ہیں : سال کے اختتام کا جشن ، نئے سال کا جشن، یوم عاشورآء کا جشن، اور **میلاد النبی ﷺ** کا جشن.[الخطط المقريزية : ج 1 ص 495]۔

اور تقریباً یہی بات احمد بن علی بن احمد الفزاری القلقشندی ثم القاہری (المتوفی :۸۲۱ھ) نے کچھ یوں نقل کی ہے:

اَلْجُلُوسُ الثَّالِث جُلُوسه فِى مَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ فِى الثَّانِى عَشرَ مِنْ شَهرِ رَبِيْعِ الأوّلِ وَكَانَ عَادَتهُمْ فِيهِ أنْ يَّعمَلَ فِى دَارِ الْفِطْرةِ عِشرُونَ قِنطَاراً مِنَ السُّكّرِ الفَائِقِ حلْوىٰ مِنْ طَرَائِفِ الأصْنَافِ، وَتعبّى فِى ثَلاثمِائة صِيْنِية نُحَاسٍ. فَإذَا كَانَ لَيلَةُ ذٰلِكَ المَوْلِد، تَفرّقَ فِى أرْبَابِ الرُّسُوْمِ: كَقَاضِى الْقُضَاةِ، وَدَاعِى الدُّعَاةِ، وَقُرّاء الْحضرَةِ، وَالخُطَبَاء، وَالْمُتصَدّرِينْ بِالجَوامِعِ القَاهِرَةِ وَمِصرَ، وَقَومة الْمُشَاهِدِ وَغَيْرهم مِمّن لَه اسْم ثَابِت بِالدِّيوَانِ.

تیسرا جلوس ربیع الاول کو میلا دالنبی ﷺ کا نکالا جاتا تھا۔اس جلوس میں انکا طریقہ یہ تھا کہ دارالفطرہ میں ۲۰ قنطار عمدہ شکر سے مختلف قسم کا حلوہ تیار کیا جاتا اور پیتل کے تین سو برتنوں میں ڈالا جاتا اور جب میلاد کی رات ہوتی تو اس حلوہ کو مختلف ارباب رسوم مثلاً: قاضی القضاۃ ،داعی الدعاۃ ،قراء، واعظین ،قاہرہ اور مصر کی جامع مساجد کے صدور،مزاروں کے مجاور ونگران اور دیگران لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا جن کا نام رجسٹرڈ ہوتا۔[صبح الأعشى : ج3ص 576] ۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا''[سیرۃ النبی : ج 3 ص 664]۔

مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ ''عید میلاد'' فاطمی دور (362ھ ،567ھ) میں ایجاد ہوئی اور اسے ایجاد کرنے والے فاطمی خلفاء ہی تھے،تفصیل کے لئے دیکھئے :البدع الحولیۃ:ص137 تا151۔

❁ فاطمی خلفاء کی حقیقت:

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ اس بدعت کو ایجاد کرنے والے فاطمی خلفاء حقیقت میں کون تھے؟ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ فاطمی خلفاء، آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہرگز نہیں تھے بلکہ یہ لوگ یہودیوں اور مجوسیوں کی اولاد تھےاور اسلام کے کٹر دشمن تھے،انہوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیااور سراسر جھوٹ اور فریب کا سہارا لیتے ہوئے اپنے آپ کو فاطمی النسل ظاہر کیا،لیکن علماء وقت نے ان کے اس جھوٹ کا پردہ چاک کر دیااور صاف اعلان کر دیا کہ یہ لوگ فاطمی النسل ہرگز نہیں ہیں۔چنانچہ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

''وأهل العلم بالأنساب من المحققين ينكرون دعواه فى النسب ''

خاندان ونسب کے جاننے والے محققین علماء نے ان کے فاطمی النسل ہونے کے دعوی کی تردید کی ہے[وفیات الأعیان: ج3ص117، 118]۔

بلکہ 402ھ میں تو اہل سنت کے اکابر کی ایک میٹینگ ہوئی جس میں چوٹی کے محدثین ،فقہاء، قاضیان اور دیگر بزرگان نے شرکت کی اور سب نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا کہ خود کو فاطمی النسل ظاہر کرنے والے خلفاء جھوٹے اور مکار ہیں اہل بیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، پھر علماء کے اس متفقہ فیصلہ کو تحریری شکل میں لکھا گیااور تمام لوگوں نے اس پر دستخط کئے[دیکھئے :البدایۃ والنھایۃ: ج 11 ص360،361، اور اس کا اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر: ج11 ص779 ،780]۔

علماء کی اس متفقہ تحریر میں فاطمیوں کی حقیقت ان الفاظ میں واضح کی گی:

"هذا لحاكم بمصر -هو وسلفه- كفار فساق فجار، ملحدون زنادقة ،معطلون ،وللاسلام جاحدون، ولمذهب المجوسية والثنوية معتقدون، قد عطلوا الحدود، وأباحو الفروج ،وأحلواالخمر ،وسفكوا الدماء،وسبواالأنبياء،ولعنواالسلف، و ادعواالربوبيةوكتب فى سنة اثنتين وأربع مائة للهجرة، وقد كتب خطه فى المحضر خلق كثير"

یعنی مصر کا یہ بادشاہ حاکم اوراس کے تمام اگلے سربراہان ،کافر، فاجر، فاسق ،ملحد، زندیق ،فرقہ معطلہ سے تعلق رکھنے والے، اسلام کے منکر اور مذہب مجوسیت اور ثنویت کے معتقد تھے۔ان تمام لوگوں نے حدود شرعیہ کو بے کار کر دیا تھا حرام کاریوں کو مباح کردیا تھا، مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہایا، انبیاء کرام کو گالیاں دیں ،اسلاف پر لعنتیں بھیجیں ،خدائی کے دعوے کئے یہ ساری باتیں ۴۰۲ھ میں ہر طبقہ کے بے شمار آدمیوں کی موجودگی میں لکھی گئی ہیں...اور بہت سے لوگوں نے اس میں دستخط کئے ہیں [دیکھئے:البداية والنهاية: ج 11ص 361،اوراس کا اردو ترجمہ تاریخ ابن کثیر: ج 11ص 779،780 مذکورہ ترجمہ اسی کتاب کا ہے]۔

اسی پر بس نہیں بلکہ بعض علماء نے اپنی بعض کتابوں میں ان کے کفر وفسق پر خصوصی بحث کی ہے مثلاً امام غزالی نے اپنی کتاب "فضائح الباطنية " ایک خصوصی بحث کرتے ہوئے انہیں خالص کافر قرار دیا[دیکھئے: فضائح الباطنية : ج 1ص ج 37]۔

بلکہ بعض علماء نے تو ان کے خلاف مستقل کتاب لکھ ڈالی ہے مثلاً امام قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ نے "**كشف الأستار وهتک الأستار**" نامی کتاب لکھی اوراس میں ثابت کیا کہ فاطمی، مجوسیوں کی اولاد ہیں اوران کا مذھب یہود ونصاری کے مذہب سے بھی بدتر ہے۔

یہ تو علماء اہل سنت کا فیصلہ ہے، لطف تو یہ ہے کہ وہ معتزلہ اور شیعہ جو علی رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہیں سمجھتے انہوں نے بھی فاطمیوں کو کافر اور منافق قرار دیا ہے [مجموع فتاوى ابن تيمية : ج35ص129]۔

غرض یہ کہ جمہور امت نے انہیں کافر و فاسق قرار دیا ہے علامہ ابن تیمہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"وكذالک النسب قدعلم أن جمهور الأمة تطعن فى نسبهم،ويذكرون أنهم من أولاد المجوس أواليهود،هذامشهور من شهادة علماء الطوائف من الحنفية ،و المالكية ،والشافعية ،والحنابلة

،وأهل الحديث، وأهل الكلام،وعلماء النسب والعامة وغيرهم"
یعنی اسی طرح فاطمیوں کا نسب بھی جھوٹا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جمہور امت فاطمیوں کے نسب کو غلط قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ مجوسیوں یا یہودیوں کی اولاد ہیں ، یہ بات مشہور ومعروف ہے اس کی گواہی حنفیہ، مالکیہ ،شافعیہ،حنابلہ،اہل حدیث،اہل کلام کے علماء،نسب کے ماہرین اور عوام وخواص سب دیتے ہیں[مجموع فتاوی ابن تیمیة :ج35ص128]۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ''عید میلاد'' کی ایجاد کرنے والے مسلمان نہ تھے بلکہ یہ یہودیوں اور مجوسیوں کی ایجاد ہے انہوں نے گہری سازش کر کے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنی حقیقت چھپانے کے لئے خود کو فاطمی النسل کہا اور اپنے اس دعوی کو مضبوط بنانے کے لئے ''عید میلاد'' کا ڈرامہ کھیلا تا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ واقعی یہ لوگ اہل بیت میں سے ہیں۔

❁ مسلمانوں میں اس بدعت کا رواج:

فاطمی دور کے مسلمانوں نے یہودیوں کی ایجاد کردہ بدعت کو قبول نہیں کیا اور یہ بدعت صرف فاطمی خلفاء ہی تک محدود رہی ،لیکن تقریباً دوسوسال کے بعد **''عمر بن محمد''** نام کا ایک ملا اور مجہول الحال شخص ظاہر ہوا اور اس نے اس یہودی بدعت کی تجدید کی ،اور **''ابوسعید الملک المعظم مظفرالدین بن زین الدین کوکبوری''** نامی بادشاہ جو ایک فضول خرچ اور بداخلاق بادشاہ تھا،لہولعب، گانے اور باجے سننا اس کا مشغلہ تھا، بلکہ وہ خود بھی ناچتا تھا[تاریخ مرآة الزمان ،وفیات الأعیان بحوالہ تاریخ میلاد:ص25،26]۔

اس بدخلق بادشاہ نے اس بدعت کو مسلمانوں میں رائج کیا۔اس کے بعد ''ابوالخطاب بن دحیہ'' نامی ایک کذاب اور بد دماغ شخص نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے اس موضوع پر ایک کتاب لکھ ڈالی پوری دنیا میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جسے اس کذاب نے تالیف کی اس مؤلف کو تمام ائمہ نے متفق ہو کر کذاب کہا ہے:ابن نجار کہتے ہیں:

''رأیت الناس مجتمعین علی کذبه ووضعه وادعائه لسمع مالم یسمعه ولقاء من لم یلقه''

یعنی تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن دحیۃ جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا ہے اور یہ ایسے شخص سے سننے کا دعوی کرتا ہے جس سے ہرگز نہیں سنا اور ایسے شخص سے ملاقات کا دعوی کرتا ہے جن سے ہرگز نہیں ملا[لسان المیزان:ج4ص295]

اور حافظ ابن حجر اس کے بارے محدثین کا فیصلہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''كثير الوقيعة في الأئمة وفي السلف من العلماء خبيث اللسان أحمق شديد الكبر قليل النظر في أمور الدين''

یعنی ابن دحیہ ائمہ اورسلف کی شان میں گستاخی کرنے والاتھا، یہ بدزبان ،احمق اور بڑا متکبر تھا[لسان المیزان: ج4ص296]۔

اورحافظ سیوطی لکھتے ہیں:

''ابن دحیہ اپنی عقل سے فتوی دے دیتا پھراس کی دلیل تلاش کرنے لگ جاتا اور جب اسے کوئی دلیل نہ ملتی تو اپنی طرف سے حدیث گھڑ کے پیش کر دیتا،مغرب میں قصر کرنے کی حدیث اسی نے گھڑی ہے[تدریب الراوی:286/1]۔

قارئین کرام! یہ ہے''عیدمیلاد'' کی تاریخ ، یہ یہودیوں کی ایجاد ہے اوراسے مسلمانوں میں ان لوگوں نے رائج کیا جوانتہائی بداخلاق ،احمق اورکذاب لوگ تھے اگر کوئی صرف انہیں باتوں پرغور کرلےتو وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ اسلام میں اس بدعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

''عیدمیلاد'' کی شرعی حیثیت

قرآن وحدیث کی رو سے اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ ''عیدمیلاد'' بدعات میں سے ایک بدترین بدعت ہے ، بہت سارے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ قران وحدیث میں اگرعیدمیلاد کاحکم نہیں ہےتو اس کی ممانعت بھی نہیں ہے، حالانکہ یہ غلط خیال ہے کیونکہ عیدمیلاد کی ممانعت اوراس کا بطلان قران وحدیث دونوں میں موجود ہےلیکن قران وحدیث کی یہ دلیلیں دیکھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ قران وحدیث میں بعض چیزوں کوعام طور پر باطل قرار دیا گیاہےاورکسی خاص چیز کا نام نہیں لیا گیا ہے ۔لہٰذا یہاں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کی اس کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں ہے،مثال کےطور پراہل حدیث سمیت پوری امت کے نزدیک کافرقراردئے گئے''مرزغلام احمد قادیانی'' کا نام قران وحدیث میں کہیں نہیں ہے،لیکن اس کے باوجود بھی اہل حدیث سمیت پوری امت کا ماننا ہے کہ قران وحدیث کی رو سے قادیانی کی نبوت باطل ہے ، کیونکہ قرآن میں جو یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی آپ ﷺ کے بعد جوبھی نبوت کا دعوی کرے گا اس کی نبوت باطل ہےتو اس بطلان میں قادیانی کی نبوت بھی شامل ہے ۔اسی طرح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے بعدکوئی نبی نہیں ہوگا یعنی آپ ﷺ کے بعد جوبھی نبوت کا دعوی کرے گا اس کی نبوت

باطل ہے تو اس بطلان میں قادیانی کی نبوت بھی شامل ہے ۔ٹھیک اسی طرح عید میلاد بھی قرآن وحدیث کی رو سے باطل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا﴾ [مائدہ:3/5] ۔

یعنی اب اگر کوئی دین میں کسی نئی چیز کا دعوی کرے گا تو وہ باطل ہے، عید میلاد بھی دین میں نئی چیز ہے لہٰذا قرآن کی اس آیت کی روشنی میں باطل ہے اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے بھی ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے'' [بخاری:- کتاب الصلح:اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، نمبر 2697]۔

اور عید میلاد بھی دین میں نئی چیز ہے لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں باطل ہے ۔نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ﴿اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو﴾ [الحجرات :1/49]

یعنی دین میں جس عمل کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نہ دیں اسے مت کرو، عید میلاد منانے کا حکم نہ اللہ نے دیا نہ اس کے رسول ﷺ نے لہٰذا قرآن کی اس آیت میں عید میلاد سے منع کیا گیا ہے ۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''دین میں نئی چیزیں مت ایجاد کرو'' [أبو داؤد:- کتاب السنة: باب فی لزوم السنة، 4607 والحدیث صحیح]

یعنی دین میں جس عمل کا حکم نہ ہو اسے مت کرو، عید میلاد منانے کا حکم دین میں نہیں ہے لہٰذا اس حدیث میں عید میلاد سے منع کیا گیا ہے ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عید میلاد قران وحدیث کی روشنی میں باطل اور ممنوع ہے ۔لہٰذا اب یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ عید میلاد منانے کا حکم نہیں ہے تو اس سے منع بھی نہیں کیا گیا ہے کیونکہ قران و حدیث سے اس کا بطلان اور اس کی ممانعت پیش کی جا چکی ہے ۔ واضح رہے کہ جہاں تک رسول اکرم ﷺ سے محبت کا تعلق ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں، بلکہ حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ اس کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں، لیکن محبت کا طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہونا چاہئے ۔

عیدمیلاد کے دلائل کا جائزہ

عیدمیلا دمنانے والے ایک طرف تو اسے ''بدعت حسنہ'' کہتے ہیں یعنی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اس کا حکم قران وحدیث میں نہیں ہے بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے یعنی بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے، مگر دوسری طرف قرآن وحدیث سے اس کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں، یہ عجیب تضاد ہے! کیونکہ اگر اس کے دلائل قران وحدیث میں ہے تو یہ بدعت حسنہ نہیں بلکہ سنت ہے، اور اگر یہ بدعت حسنہ ہے تو قرآن وحدیث میں اس کے دلائل کا ہونا ممکن ہی نہیں، صرف اسی بات پرغور کر لینے سے وہ تمام دلائل بے معنی ہوجاتے ہیں جو میلاد کے جواز میں پیش کئے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بات قابل غور ہے کہ اگر قرآن وحدیث میں عیدمیلاد کا حکم ہے تو یہ حکم سب سے پہلے کس کو ملا؟ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کو، پھر سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس حکم پر عمل کیوں نہ کیا؟ اس کا دو ہی جواب ہوسکتا ہے ایک یہ کہ صحابہ کرام نے اس حکم کی نافرمانی کی، یہ ماننے کی صورت صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا ارتکاب ہوگا ونعوذ باللہ من ذلک۔ اور دوسرا یہ کہ قران وحدیث میں یہ حکم موجود ہی نہیں اسی لئے صحابہ کرام نے اس پر عمل نہ کیا، یہ ماننے کی صورت میں صحابہ کی عظمت برقرار رہتی ہے، لیکن یہ دعوی غلط ثابت ہوتا ہے کہ قران وحدیث میں اس کے دلائل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ کچھ لوگ اس سیدھی سادھی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور قرآن وحدیث سے زبردستی عیدمیلاد کے دلائل کشید کرتے ہیں۔ اس قسم کے دلائل بہت پیش کئے جاتے ہیں، مذکورہ تفصیل سے ایسے تمام دلائل کی حقیقت واضح ہوگئی ان پر مزید کچھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن پھر بھی ہم بعض دلائل پر خصوصی بحث کرتے ہیں تا کہ بات اور واضح ہوجائے:

❁ غلط فهمی :-

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾

کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ، پس اسکے ساتھ وہ خوش ہوجائیں، وہ اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کرتے ہیں۔[۱۰/یونس:۵۸]۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت پرخوشی ہونے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ تو رحمۃ

للعالمین ہیں،لہذا انکی آمد پر سب سے زیادہ خوشی منانی چاہیے۔

وضاحت :-

اولاً: اس آیت میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔ ہاں اس سے پچھلی آیت میں نزول قرآن اور نزول ہدایت کا ذکر ضرور ہے۔

ثانیا: اس آیت میں جس فضل ورحمت کا تذکرہ ہے عمر فارق رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد کتاب وسنت کو بتلایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

عَـنْ أَيْفَعَ بْنَ عَبْدٍ قال لَمَّا قَدِمَ خَرَاجُ الْعِرَاقِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَرَجَ عُمَرُ وَمَوْلًى لَـهُ، فَـجَعَلَ عُمَرُ يَعُدُّ الْإِبِلَ، فَإِذَا هِيَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ، وَجَعَلَ عُمَرُ يَقُولُ :الْحَمْدُ لِلَّهِ وَجَعَلَ مَوْلَاهُ يَقُولُ :يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَذَا وَاللهِ مِنْ فَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَقَالَ عُمَرُ :كَذَبْتَ، لَيْسَ هُـوَ هَـذَا، يَـقُـولُ اللهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾ يَقُولُ: بِالْهُدَى وَالسُّنَّةِ وَالْقُرْآنِ، فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا، هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ، وَهَذَا مِمَّا يَجْمَعُونَ

ایفع بن عبد کہتے ہیں کہ جب عراق کا خراج عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کے ساتھ نکلے،عمر فاروق رضی اللہ عنہ اونٹوں کا شمار کرنے لگے وہ بہت زیادہ تھے،عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کا شکر ہے''۔اوران کا غلام کہنے لگا: ''اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم یہ اللہ کا فضل اوراس کی رحمت ہے''۔تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو نے غلط کہا،ایسا نہیں ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ،پس اسکے ساتھ وہ خوش ہوجائیں ، ﴾ یعنی ہدایت ، سنت اور قران سے خوش ہوجائیں ،اس لئے اسی ہدایت ، سنت اور قران سے خوش ہو،اور یہ (ہدایت اور قران وسنت) تمہاری جمع کردہ چیزوں سے بہتر ہے۔اور یہ (ہدایت اور قران وسنت) تمہاری جمع کردہ چیزوں سے بہتر ہے''۔[حلیة الأولیاء:۱۳۳/۵]۔

ثالثاً: لغت عرب میں فرحت،خوشی محسوس کرنے کو کہتے ہیں،خوشی یا جشن منانے کو نہیں۔خوش ہونا اور چیز ہے،اور خوشی منانا یا جشن منانا اور چیز ہے۔ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔مثلاً للہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللهِ ﴾[۹/التوبة:۔۸۱]۔

رسول اللہ ﷺ (کے ساتھ غزوہ تبوک پر جانے کے بجائے آپ ﷺ) سے پیچھے رہنے والے

خوش ہوئے۔تو کیا منافقین نے جشن منایا اور ریلیاں نکالی تھیں یا دلی خوشی محسوس کی تھی؟

رابعاً: اگر یہ آیت واقعتاً جشن منانے کی دلیل ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین وائمہ دین نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

❁ غلط فهمی :-

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾

عیسیٰ بن مریم نے کہا اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما جو ہمارے اول وآخر سب کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے اور تو ہی سب رزق دینے والوں میں سے بہترین رزق دینے والا ہے۔[٥/المائدة:۔١١٤]۔

اس آیت میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مائدہ کے نازل ہونے کے دن کو عید کا دن قرار دے رہے ہیں۔تو ہم آمد رسول ﷺ کے دن کو عید کا دن کیوں نہیں قرار دے سکتے؟

وضاحت :-

اس آیت کو عید میلاد النبی ﷺ پر دلیل بنانا غلط ہے۔ کیونکہ:

اولاً: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مائدہ کو عید قرار دے رہے ہیں نہ کہ مائدہ نازل ہونے کے دن کو، کیونکہ ﴿ **تَكُونُ لَنَا عِيدًا** ﴾ میں کلمہ ''تکون'' واحد مؤنث کا صیغہ ہے جس کا مرجع مائدہ ہے۔ اور مائدہ کا نزول باعث خوشی ہے نہ کہ باعث جشن۔

ثانیاً: اگر یہاں سے عید مراد لے بھی لی جائے تو پھر ہر مائدہ کے نزول پر عید منانا لازم آتا ہے اور نزول مائدہ والا یہ کام تو روزانہ بلا ناغہ صبح وشام ہوتا تھا۔ اور پھر عید منانے اور جشن منانے میں بڑا فرق ہے۔ مسلمانوں کی عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی رسول اللہ ﷺ سے جشن منانا یا ریلیاں اور جلوس نکالنا ثابت نہیں، **فتدبر**......!

❁ غلط فهمی :-

کہا جاتا ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی رشتہ دار نے اسے بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا: تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہ پائی سوائے اس کے کہ مجھے پیر کے دن انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے بیچ سے کچھ پینے کو مل جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چیز دودھ اور شہد تھی۔

وضاحت :-

أولاً: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کو عروہ نے بیان کیا ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ انہیں یہ روایت کہاں سے ملی؟ اور کس سے سنا؟ لہٰذا یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت قرآنی بیان کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ اور اس کی انگلیاں صحیح سلامت ہیں بلکہ کوئی چیز پینے کے بھی قابل ہیں، جب کہ قرآن کا بیان ہے کہ ﴿ **تبت یدا أبی لهب** ﴾ [مسد: 1/111]۔

مولانا احمد رضا صاحب اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا'' [کنز الایمان: ترجمہ سورہ مسد، آیت 1 ص]۔

اور پیر محمد کرم شاہ سجادہ نشین اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا'' [ضیاء القرآن: ترجمہ سورہ مسد، آیت 1]۔

غور کیجئے کہ جب قرآنی بیان کے مطابق ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ و برباد ہو چکے ہیں تو پھر اسے دودھ اور شہد پینے کے لئے ہاتھ اور انگلیاں کہاں سے نصیب ہو گئیں۔ اب کس کا بیان صحیح ہے مذکورہ روایت کا یا قرآن مجید کا؟؟؟

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت شرعی احکام کے خلاف ہے کیونکہ شریعت کی نظر میں بعض جرائم ایسے ہیں کہ ان کا ارتکاب کرنے والے شخص کے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور اسے کسی بھی عمل کا کوئی فائدہ نہیں ملتا،

❁ مثلاً شرک اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے ﴾ [انعام: 88/6]۔

بلکہ امام الانبیاء ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا﴾[زمر:65/39]۔

اور اس میں کسی کو شک نہیں کہ ابولہب نے شرک جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

❁ اسی طرح ابولہب نے کفر بھی کیا اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿جو ایمان کا منکر و کافر ہے اس کے اعمال ضائع اور برباد ہیں﴾[مائدہ:5/5]۔

❁ اسی طرح ابولہب نے اللہ کی وحی کو ناپسند کیا ہے اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں پس اللہ نے ان کے اعمال ضائع و برباد کر دئے﴾[محمد:9/47]۔

❁ اسی طرح ابولہب نے اللہ کے رسول ﷺ سے دشمنی کی ہے اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿جن لوگوں نے کفر کیا اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی یہ ہرگز ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اللہ ایسے لوگوں کے اعمال برباد کر دے گا﴾[محمد:32/47]۔

❁ اسی طرح ابولہب نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے آواز بلند کی ہے اور یہ جرم بھی اعمال کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو﴾[الحجرات:2/49]۔

غور کیجئے کہ مذکورہ جرائم میں سے جب صرف کسی ایک کے ارتکاب سے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں تو ابولہب جیسا ملعون شخص تو ان سارے جرائم کا مرتکب ہے، ایسے بھیانک مجرم کی تو پہاڑ و سمندر جیسی نیکیاں بھی برباد ہو جائیں گی چہ جائے کہ ایک پل کی اظہار خوشی اسے کوئی فائدہ پہنچا سکے! معلوم ہوا کہ شریعت کی رو سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ابولہب کو اس کے کسی بھی عمل کا کوئی فائدہ پہنچ سکے لہٰذا مذکورہ روایت صحیح ہو ہی نہیں سکتی۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت تاریخی حقیقت کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ ابولہب نے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا جبکہ تاریخی بیان یہ ہے کہ

ابولہب نے ثویبیہ کو آپ ﷺ کی پیدائش کے پچاس سال کے بعد آزاد کیا، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"واعتقها أبولهب بعد ما هاجر النبي ﷺ الى المدينة"

یعنی ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبیہ کو آپ ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آزاد کیا، [استیعاب: ج1 ص12]۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں:

"جب آپ ﷺ نے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ثویبیہ ابھی تک لونڈی تھیں وہ آپ ﷺ کے پاس آتیں اور آپ ﷺ اور ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے" [الوفا باحوال المصطفی: 179,178/1]۔

بلکہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ ابولہب کی لونڈی ثویبیہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کی دلجوئی کی خاطر ابولہب سے ثویبیہ کو خرید کر آزاد کرنا چاہا لیکن ملعون ابولہب نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا اور جب آپ ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے تب ابولہب نے ثویبیہ کو آزاد کیا [الطبقات: ج1 ص109,108]۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت تاریخی بیان کے بھی خلاف ہے لہٰذا قطعاً صحیح نہیں۔

ثانیاً:-

مذکورہ خواب جس نے بھی دیکھا ہے ظن غالب ہے کہ اسے کفر کی حالت میں دیکھا ہے اور غیر مسلم کا خواب تو درکنار شریعت میں اس کا بیان بھی حجت نہیں۔

ثالثاً:-

مذکورہ روایت میں جو واقعہ ہے وہ شریعت اسلامیہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے اور شریعت اسلامیہ کے آنے کے بعد جب تورات، زبور اور انجیل جیسی آسمانی کتابیں ہمارے لئے حجت نہیں ہیں پھر ابولہب جیسے کافر وملعون کا عمل ہمارے لئے کیسے حجت ہوسکتا ہے۔

رابعاً:-

مذکورہ روایت میں اگر میلاد کی دلیل ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی اس پر عمل کرتے، عہد نبوی، عہد صحابہ اور اس کے بعد کے ادوار میں اس پر عمل نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روایت میں "عید میلاد" کی دلیل نہیں ہے۔

۞ غلط فھمی :

کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھے رسالت ملی ہے۔

وضاحت :-

أولاً: اس حدیث سے عید میلاد کے جواز کے بجائے اس کی تردید ثابت ہوتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا ہے اور اگر یہ عید کا دن ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز ہرگز روزہ نہ رکھتے کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے [بخاری:- کتاب الصوم:باب صوم یوم الفطر،نمبر1990]

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھا ہے لہٰذا آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ''عید میلاد'' یا کسی بھی طرح کی عید کا دن نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: آپ ﷺ نے اپنی ولادت کی **تاریخ** (9 یا 12 ربیع الاول) کو نہیں بلکہ ولادت کے **دن** (پیر) کو روزہ رکھا ہے، خواہ اس دن کوئی بھی تاریخ ہو یا یہ دن کسی بھی ہفتہ یا کسی بھی مہینہ میں ہو، لہٰذا جو شخص پورے سال کو چھوڑ کر صرف ایک مہینہ اور اس میں بھی صرف ایک ہی ہفتے اور اس میں بھی صرف ایک ہی دن کو اہمیت دیتا ہے تو گویا کہ وہ آپ ﷺ کی سنت کی اصلاح کر رہا ہے اور یہ بہت بڑی جسارت ہے۔

ثالثاً: آپ ﷺ نے مذکورہ حدیث میں پیر کے دن روزہ رکھنے کی دو وجہ بتلائی ہے، ایک یہ کہ آپ ﷺ اسی دن پیدا ہوئے اور دوسری یہ کہ اس دن آپ ﷺ کو رسالت ملی، یہ دونوں چیزیں ایک ہی دن واقع ہوئی ہیں لیکن دونوں کی تاریخ الگ الگ ہے چنانچہ آپ ﷺ کی ولادت 9 یا 12 ربیع الاول کو ہوئی اور آپ ﷺ کو رسالت 21 / رمضان کو ملی، لہٰذا اگر پیدائش کی تاریخ کو ''عید میلاد'' منانا چاہیئے تو رسالت کی تاریخ کو ''عید رسالت'' بھی منانا چاہیئے بلکہ اس پر تو زیادہ زور دینا چاہیئے کیونکہ رسالت ہی آپ ﷺ کی عظمت کا سبب ہے نیز اس کا اقرار ہمارے کلمہ کا ایک حصہ بھی ہے! اور اگر ''عید رسالت'' منانا درست نہیں تو ''عید میلاد'' منانا بھی غیر درست ہے۔

رابعاً: آپ ﷺ صرف پیر ہی کا روزہ علیحدہ طور پر نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جمعرات کا بھی روزہ رکھتے تھے، لہٰذا سنت کے آدھے حصے کو اہم سمجھنا اور دوسرے آدھے کو فراموش کر دینا سنت رسول کو بدلنا ہے اور یہ ناجائز ہے۔

خامساً: آپ ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی یہ وجہ بھی بتلائی ہے کہ اسی دن بندوں کے اعمال رب کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں [ترمذی: کتاب الصوم:ماجاء فی صوم الاثنین والخمیس،نمبر747 صحیح]

ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت پیر کے دن کو حاصل ہے نہ کہ 12 ربیع الاول کی تاریخ کو، کیونکہ یہ تاریخ تو ہر سال پیر کے علاوہ دوسرے دنوں میں پڑتی رہتی ہے بلکہ بسا اوقات یہ تاریخ جمعہ کو بھی پڑ جاتی ہے اب جس وجہ سے آپ ﷺ پیر کا روزہ رکھتے تھے (یعنی اعمال کا بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا) یہ وجہ جمعہ کے دن ہرگز نہیں پائی جاتی نیز جمعہ کے دن خصوصی روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ روزہ رکھنے میں پیر کے دن کا اہتمام کرتے تھے نہ کہ کسی تاریخ کا خواہ اس میں کوئی بھی دن آئے پس دن کو چھوڑ کر تاریخ کا اہتمام کرنا سنت رسول کے سراسر خلاف ہے۔

سادساً: آپ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن جو عمل کیا ہے وہ ہے ''روزہ رکھنا''، لیکن عید میلاد میں اس کے بالکل خلاف عمل ہوتا ہے میلاد منانے والے نہ صرف یہ کہ روزہ نہیں رکھتے بلکہ اس دن وہ کھانے کا جو اہتمام کرتے ہیں وہ شاید ہی کسی اور دن ہو۔ اب سوچئے کہ یہ آپ ﷺ سے محبت ہے یا آپ ﷺ سے عداوت ہے۔

سابعاً- مذکورہ روایت میں اگر میلاد کی دلیل ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی اس پر عمل کرتے، عہد نبوی، عہد صحابہ اور اس کے بعد کے ادوار میں اس پر عمل نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روایت میں ''عید میلاد'' کی دلیل نہیں ہے۔

❁ غلط فهمي :

کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ یوم عاشورآء کا روزہ رکھتے تھے اور اس کا حکم بھی فرماتے تھے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دلائی تھی۔ اور ہمیں بالاولی چاہئے کہ آپ ﷺ کی ولادت کے بابرکت دن کا روزہ رکھیں۔

وضاحت :-

أولاً: اس حدیث سے بھی عید میلاد کے جواز کے بجائے اس کی تردید ثابت ہوتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی فتح کے دن روزہ رکھا ہے عید نہیں منائی ہے کیونکہ اگر عید مناتے تو آپ ﷺ اس دن ہرگز ہرگز روزہ نہ رکھتے اس لئے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے [بخاری:- کتاب الصوم: باب صوم یوم الفطر، نمبر 1990] غور کیجئے کہ آپ ﷺ تو روزہ رکھیں اور ہم عید منائیں، یہ آپ ﷺ کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟

ثانیاً: آپ ﷺ نے عاشورآء کے روزہ کی فضیلت میں موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا حوالہ دیا ہے نہ کی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا، اب یوم فتح کا یوم پیدائش سے کیا تعلق؟ غور کیجئے کہ جس طرح فرعون

سے نجات، موسیٰ علیہ السلام کی فتح ہے، اسی طرح فتح مکہ بھی آپ ﷺ کی عظیم فتح ہے، لیکن اس مماثلت کے باوجود بھی فتح مکہ کے دن ایسا کوئی اہتمام جائز نہیں ہے، تو پھر یوم پیدائش جس کا اس حدیث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اس کا جواز اس حدیث سے کیونکر نکل سکتا ہے؟

ثالثاً: آپ ﷺ کے عاشورآء کا روزہ رکھنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام کی فتح ہوئی ہے بلکہ آپ ﷺ مکہ میں شروع ہی سے عاشورآء کا روزہ رکھتے چلے آرہے تھے، البتہ جب مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے اس کا تاکیدی حکم صادر فرما دیا اور جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا البتہ اس کے استحباب کو آپ ﷺ نے باقی رکھا [بخاری :- کتا ب الصوم :باب صیام عاشورآء، نمبر 2002 اور 2004]

معلوم ہوا کہ عاشورآء کے روزہ کی اصل وجہ موسیٰ علیہ السلام کی فتح نہیں تھی البتہ آپ ﷺ نے اس روزہ کی فضیلت میں یہ بات بھی شامل کرلی تھی۔

رابعاً: آپ ﷺ نے صحابہ کے مشورے پر یہ تعلیم بھی دی کہ یوم عاشورآء کے ساتھ ساتھ ایک دن کا روزہ اور رکھا جائے تاکہ یہود کی مشابہت نہ ہو، [مسلم: کتاب الصیام:باب أی یوم یصام فی عاشورآء، 1334]

غور کیجئے کہ جب اس حدیث میں مذکور اصل سنت ایک دن کی نہیں ہے تو اس حدیث سے یک روزہ عید میلاد کا ثبوت کہاں سے نکل سکتا ہے جس کا اس حدیث سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

خامساً: دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں جو اصل تعلیم ہے وہ ہے عاشورآء کے دن روزہ رکھنا، لیکن افسوس ہے کہ میلاد منانے والوں نے بڑی بے دردی سے اس سنت کا گلا گھونٹ دیا ہے، چنانچہ جب محرم میں عاشورآء کا یہ دن آتا ہے تو یہ لوگ اس دن روزہ رکھنے کے بجائے کھانے پینے کا کچھ زیادہ ہی اہتمام کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر شربت پلاتے ہیں، اور اس دن انہیں یہ حدیث یاد نہیں آتی، بلکہ یاد دلانے پر بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتے، لیکن حیرت ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں یہی حدیث ان کی نظر میں بہت اہم ہوجاتی ہے، حالانکہ اس مہینے سے اس حدیث کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے! سوال یہ ہے کہ جن کی نظر میں مذکورہ حدیث کی اصل تعلیم قابل عمل نہیں ہے وہ اسی حدیث سے دیگر چیزیں ثابت کرنے کی جرأت کیسے کرتے ہیں۔

سادساً: مذکورہ روایت میں اگر میلاد کی دلیل ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ بھی اس پر عمل کرتے، عہد نبوی، عہد صحابہ اور اس کے بعد کے ادوار میں اس پر عمل نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس روایت میں ''عید میلاد'' کی دلیل نہیں ہے۔